ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقا
مکہ مکرمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور سائنسی تجربیت کی روحانی بنیادیں

پاکستان کی وزارت امور مذہبی اور ہمدرد فاؤنڈیشن کے تعاون سے مارچ ۱۹۷۶ء میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عالمی کانگریس منعقد ہوئی تھی، اس کے ایک اجلاس میں راقم الحروف نے یہ مقالہ پڑھا تھا۔ بعض حلقوں کی طرف سے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا تھا اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق، اس سے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی توہین ہوتی ہے۔

اتفاق سے گیارہ سال بعد ۱۵ر اپریل ۱۹۸۷ء کو، مولانا محمد اقبال قریشی صاحب کا مرتب کردہ ایک کتابچہ "مولانا انور شاہ کشمیری کے علوم و معارف" پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے صفحہ ۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"ڈاکٹر اقبال مرحوم کے سامنے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو علمی جواہرات بیان فرمائے ان میں ایک موضوع یہ تھا کہ امت میں سائنس و طبیعیات میں جو حیرت انگیز ترقیاں ہوئی ہیں، انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کی نظیریں موجود ہیں، اور انبیاء کرامؑ کے معجزات میں یہ چیزیں قدرت نے اس لئے ظاہر کرائیں کہ یہ آئندہ امت کی ترقیات کے لئے تمہید ہوں، اور فرمایا کہ "ضرب الخاتم" میں اسی کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے"

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے نادرۂ روزگار و محرم اسرار کے اس ارشاد کی روشنی میں اس مضمون کو پڑھا جائے تو امید ہے کہ ناگواری کا کوئی تاثر پیدا نہ ہوگا۔

محمد مظہر بقا

سیرت رسول ﷺ

اور سائنسی تجربیت کی روحانی بنیادیں

کائنات کی ہر چیز کے لئے جو آفات سے محفوظ رہے، کمال، زوال اور فنا کے تین مراحل سے گزرنا ناگزیر ہے۔ مختلف اشیاء کے لئے ان چاروں مراحل سے گزرنے کے وقفات مختلف ہیں۔ امیبا (Amoeba) کیڑا صرف نصف گھنٹے میں تینوں مراحل طے کر لیتا ہے اور ایک انسان اگر مثلاً ساٹھ سال کی مدت میں ان تینوں مراحل سے گزرے تو اتنے عرصہ میں امیبا کی تقریباً ۱۰۵۱۲۰۰ نسلیں کمال، زوال اور فنا کی منزلیں طے کر لیتی ہیں۔ بعض نباتات اور جمادات میں یہ وقفہ زیادہ طویل ہوتا ہے۔ زمین، آسمان اور بحیثیت مجموعی پوری کائنات کے فنا کا آخری مرحلہ کب آئے گا، یہ اللہ ہی کے علم میں ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب روح (۱) اور مادہ دونوں کمال کے بعد زوال کا مرحلہ طے کر لیں گے تب کائنات فنا کی آغوش میں جائے گی۔

فرانسیسی مفکر آگسٹ کامٹے (August Comte) نے انسان کی فکری تاریخ کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا ہے، الہیاتی مرحلہ Theological Stage مابعد الطبیعیاتی مرحلہ (Metaphysical Stage) اور ثبوتی مرحلہ (Positive Stage) (۲)۔ راقم الحروف نے روح اور مادہ کے مذکورہ تینوں مراحل کے اعتبار سے تاریخ انسانیت کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱- تخلیق آدم سے بعثتِ خاتم ﷺ تک، ۲- خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد سے قیامت تک، پہلا دور روح کے ارتقاء کا دور ہے۔ یہ دور خاتم الرسل پر پہنچ کر اپنے کمال کی معراج حاصل کر چکا، آپ ﷺ کے بعد روحانی کمال کا کوئی درجہ متصور نہیں اور اب روح دورِ زوال میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے!

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (۳)

میری امت کے سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ
ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد

ہوں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ !

لایاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ (۴)

تم پر جو زمانہ بھی آئے گا اس کے بعد کا زمانہ اس سے بد تر ہو گا۔

ان احادیث میں روحانی دور کے اسی تدریجی انحطاط کو بتایا گیا ہے، اور اس انحطاط کا آخری نقطہ وہ ہو گا جب روئے زمین پر ایک متنفس بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود نہ رہے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے!

لا تقوم الساعہ حتیٰ لا یقال فی الارض اللّٰہ اللّٰہ (۵)

قیامت اس وقت آئے گی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے!

من شرار الناس من تدرکھم الساعۃ وھم احیاء (۶)

قیامت آنے کے وقت جو لوگ زندہ ہوں گے وہ بد ترین لوگ ہوں گے۔

دوسرا دور مادے کے ارتقاء کا دور ہے جو ابھی کمال کی راہ پر گامزن ہے۔ لیکن روح جب اپنے زوال کے آخری نقطہ پر پہنچ جائے گی تو مادہ کمال یا زوال کے جس مرحلہ میں بھی ہو، بہر حال وہ وقت آجائے گا جسے مذہب کی اصطلاح میں قیامت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ وقت ہو گا جب کائنات کی روح نکل چکی ہو گی اور روح کے بغیر مادی جسم کی حیثیت مٹی کے ایک ڈھیر سے زیادہ نہیں رہتی۔ (۷)

راقم الحروف کا یہ خیال بھی ہے کہ مادہ کو کمال کے جس نقطہ عروج پر پہنچنا ہے اس کے اعلیٰ ترین نمونے روحانی دور میں، روحانی اسباب کے تحت موجود ہیں، یہ نمونے مادی ارتقاء کے لئے تشویق کا سامان فراہم کرتے ہیں اور اگر ان نمونوں کو سامنے رکھ کر مادی اسباب کے تحت مادی کمال کے لئے جدوجہد کی جائے تو عالمِ انسانیت کے لئے حوصلہ افزاء نتائج بر آمد ہو سکتے ہیں۔

جس چیز کو ہم سائنسی حقیقت کہتے ہیں اس کی ابتداء مفروضے (Hypothesis) سے ہوتی ہے۔ جب تجربات اس مفروضے پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتے ہیں تو وہ سائنسی حقیقت (Scientific Truth) بن جاتا ہے۔ اس لئے اگر روحانی دور کے نمونوں کو مفروضات کے درجہ میں پیش نظر رکھ لیا جائے تو تجربات کے بعد بیشتر روحانی حقائق سائنسی حقائق بھی بن سکتے ہیں۔

اور یہ راقم الحروف کا محض ایک خیال ہی نہیں، بعض سائنسی حقیقتیں ایسی وجود میں آچکی ہیں جو اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً!

ا۔　زمین، فضا اور آسمان کی پنہائیوں نے ہمیشہ سے انسان کے دل میں یہ جستجو پیدا کی ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں ان فاصلوں کو طے کر سکے اور پیہم جستجو نے قافلۂ انسانیت کو بیل گاڑی سے چاند گاڑی تک پہنچایا ہے۔ کیا دنیا کا کوئی بھی انصاف پسند شخص اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ سرعت رفتار کی یہ منزل اس مفروضے کی رہینِ منت ہے جو انسان نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔

حضرت سلیمان کے لئے ہوا کو تابع کیا گیا جو صبح و شام کے ہر وقفے میں ان کے تخت کو لے کر ایک ماہ کا فاصلہ طے کر لیا کرتی تھی۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْر (۸)

اور سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہ صرف پرندوں کی پرواز بلکہ اس سلیمانی جہاز نے بھی انسان کو یہ مفروضہ دیا تھا جس کی بنیاد پر وہ ہوائی جہاز بنانے پر قادر ہوا تو تردید کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اب انسان اس مفروضے کو عملی جامہ پہنانے میں نہایت تیزی سے مصروف ہے جو معراج کے واقعات نے اسے دیا ہے۔

ہندوؤں میں ارجنا نامی شخص کی طرف اور زرتشت اور زرتشتی دین کے مجدد ویراف کی طرف بھی معراج کے واقعات منسوب ہیں۔ اخنوع بنی کی کتاب یوحنا کے

مکاشفات، پولوس کی رویا میں بھی معراج کے مماثل واقعات کا سراغ ملتا ہے۔ وصیت نامہ ابراہیم میں بھی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم نے براق پر سوار ہو کر آسمانوں کا سفر کیا(۹)۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا ہے کہ!

وَكَذَالِكَ نُرِيَ اِبْرَاهِيمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ (۱۰)

اور ہم نے ایسے طور پر ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں۔

لیکن معراج کا وقعہ مستند تفصیلات کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات میں ملتا ہے۔(۱۱) اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح حضرت محمد ﷺ کے سفر ملکوت کی سواری کا نام بھی براق ہی ہے۔ راکٹ اور میزائیل کا موجودہ دور براقی دور کی ابتداء ہے، کیونکہ براق کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی۔(۱۲)

۲- ولادت کی صرف چار صورتیں متصور ہیں۔ ماں اور باپ کے توسط سے اور یہ صورت عام عادت کے مطابق ہے۔ ماں اور باپ کے بغیر، ماں کے بغیر، باپ کے بغیر، روحانی دور میں یہ نمونے اس طرح موجود ہیں کہ حضرت آدمؑ ماں اور باپ کے بغیر، حضرت حوّاؑ ماں کے بغیر اور حضرت عیسیٰؑ باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔

آج فرانس میں جو کامیاب تجربہ کیا جا چکا ہے کہ مرد کی کسی بھی نوعیت کی وساطت کے بغیر کنواری لڑکیوں کے پیٹ سے بچے پیدا کئے جا چکے ہیں۔(۱۳) کون اس سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس کا مفروضہ ولادتِ عیسیٰؑ کے واقعے پر مبنی ہے۔(۱۴) یہ دوسری بات ہے کہ اس تجربے کی بنیاد پر ۱۹۶۸ء تک صرف لڑکیاں پیدا ہو سکیں۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس طرح لڑکے بھی پیدا کئے جا سکیں اور یہ کامیاب تجربہ انسان کے ذوقِ تحقیق کو مزید جرأت دلاتا ہے کہ ولادت کی باقی غیر ممتاد صورتوں کو بھی تجربات کی زد میں لانے کی کوشش کرے۔

۳- آج پرندوں کی لغت مرتب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس میں بڑی کامیابیاں بھی حاصل کی جا چکی ہیں۔ اس کوشش کا بنیادی خیال حضرت سلیمان کے "**علمنا منطق الطیر**"(۱۵) "ہمیں پرندوں کی گفتگو سکھائی گئی ہے" سے لیا گیا ہے۔

۴- قرآن کریم نے جنین کے بالترتیب پانچ مراتب کا ذکر کیا ہے۔ نطفه، علقه، مضغه، عظام، لحم-(۱۶) طب جدید نے ان مراتب کو سائنسی حقیقت بنادیا اور ان کی درمیانی کڑیاں بھی تلاش کرلیں۔

۵- قرآن کریم میں ہے!

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۱۷)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا ہے ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھو۔

نظامِ کشش کی دریافت سے یہ غیر مرئی ستون دریافت کئے جاچکے ہیں۔(۱۸)

۶- دلوں کے حال پر اطلاع اور انسانی تخیلات پر آگاہی کے واقعات انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں میں بکثرت ملتے ہیں اور اس مشین کی ایجاد سے جو انسانی تخیلات کو پڑھ لیتی ہے یہ روحانی حقیقت سائنسی حقیقت بن چکی ہے۔

۷- قرآن کریم کا ارشاد ہے!

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ○ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ (۱۹)

اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں اور (حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ دونوں آگے نہیں بڑھ سکتے۔

اس سے روشنی پاکر انسان سطحی تناؤ (Surface Tension) کا اصول دریافت کرچکا ہے۔(۲۰)

۸- حیوانات، نباتات حتیٰ کہ جمادات تک میں زوجین کا سراغ لگایا جاچکا ہے۔ کہیں زوجین کی تعبیر نر اور مادہ سے کی جاتی ہے، کہیں مثبت اور منفی برقیوں (Electron, Proton) سے اور اس طرح یہ قرآنی حقیقت کہ!

من کل شئی خلقنا زوجین (۲۱)

ہم نے ہر چیز میں زوجین پیدا کئے ہیں۔

سائنسی حقیقت بھی بن چکی ہے۔

۹- آج یہ سائنسی حقیقت کہ ایٹم کو توڑا بھی جا سکتا ہے انصاف کے ساتھ غور کیجئے تو کیا یہ تخیل قرآن کریم کا دیا ہوا نہیں ؟ قرآن کریم میں بعث بعد الموت کے انکار کے سلسلے میں کفار کی زبان سے یہ کہلوایا گیا کہ !

اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ O (۲۲)

(رسول کہتا ہے کہ) جب تم پورے طور پر ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے تو پھر نئی تخلیق پاؤ گے۔

"کل ممزق" یا پورے طور پر ریزہ ریزہ کر دیا جانا صرف اسی وقت صادق آسکتا ہے جب وجود کا وہ آخری غیر خوردبینی ذرہ بھی شکست و ریخت کی زد میں آجائے جسے ایٹم کہا جاتا ہے۔

۱۰- تسخیر کائنات کے الٰہی ارشادات کو انسان مناسب حد تک محسوس کر چکا ہے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ الہامی اشارات پا کر اور ان سے مفروضات لے کر انسان نے کس طرح روحانی حقیقتوں کو سائنسی حقیقتیں بھی بنالیا ہے۔ اسی لئے یہ بات اور بھی وقیع ہو جاتی ہے کہ کیوں نہ انسان باقی ماندہ ان بیشمار روحانی حقیقتوں کو بھی سائنسی حقیقتیں بنانے کی کوشش کرے جو دوسرے پیغمبروں اور خصوصاً پیغمبر اسلام ﷺ کے واقعات میں موجود ہیں۔ مثلاً !

(الف) عصائے موسوی اگر اژدھے میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ (۲۳) اور سونے اور چاندی سے بنایا ہوا سامری بچھڑا اگر ذی حیات ہو کر اپنی نوعی آواز نکال سکتا ہے۔ (۲۴) تو اس سے انقلابِ ماہیت کو ایک اصولی مفروضہ بنا کر اشیاء کی ماہیت تبدیل کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی ہوی پنڈلی پر حضور اکرم ﷺ کی دست مبارک پھیر دینے سے ہڈی کا جڑ جانا اور فوری طور پر شفا پا جانا (۲۵) حضرت سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ عنہ کی زخمی پنڈلی کا حضور اکرم ﷺ کے تین بار پھونک دینے سے فوری طور پر اچھا ہو جانا۔ (۲۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آشوب زدہ آنکھوں کا حضور اکرم ﷺ کے لعاب دھن سے فوری طور پر شفا پا جانا۔ (۲۷) یہ واقعات ذہن کو یہ مفروضہ دیتے ہیں کہ

کوئی ایسی دوا بھی ایجاد کی جاسکتی ہے جو اسی طرح فوری طور پر موثر ہو۔

(ج) ہر اہتزاز یا حرکت سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ آوز ہم صرف اسی وقت سن سکتے ہیں جب وہ سماعتی (Sonic) حدود میں ہو۔ لیکن اگر وہ انتہائی خفیف ہو کر تحت سماعتی (Sub-sonic) حد میں ہو تو وہ ہمارے کانوں کی گرفت میں نہیں آتی اور اگر انتہائی بلند ہو کر فوق سماعتی (Ultra Sonic) حدود میں پہنچ جائے تو کانوں کو ناقابل سماعت بنا دیتی ہے۔ بلکہ فوق سماعتی آواز ایک منزل پر پہنچ کر عام تباہی پھیلا دیتی ہے۔ نفخِ صور سے تباہی کی یہی وجہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا درختوں اور پتھروں کے سلام کو سننا (۲۸) صلصلۃ الجرس سے وحی کے الفاظ کو سن لینا اس طرح کہ قریب ہوتے ہوئے بھی کوئی دوسرا نہ سن سکے۔ (۲۹) یہ اس بات کے قرائن ہیں کہ آوز جب تحت سماعتی حدود میں ہو تو اسے بھی سنا جاسکتا ہے اور اس سمت میں بھی جدو جہد کی جاسکتی ہے۔

(د) نباتات تک میں حیات بلکہ شعور کا سراغ لگایا جاچکا ہے، اسی سراغ کی کوشش جمادات میں بھی کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے!

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (۳۰)

اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔

اور تسبیح شعور کے بغیر ممکن نہیں۔ اسطوانۂ حنانہ کا رونا (۳۱) نبوت سے قبل ایک پتھر کا رسول اللہ ﷺ کو متعدد بار سلام کرنا۔ (۳۲) اور کھانا کھاتے وقت صحابہ کا کھانے کی تسبیح کو سننا (۳۳) یہ تمام واقعات اس سمت میں جستجو کرنے کے لئے مفروضہ بن سکتے ہیں کہ جمادات بھی حیات اور شعور کی دولت سے بہرہ ور ہیں۔

(ہ) آج انسان بادلوں کو برسنے سے روک سکتا ہے اور مصنوعی بادل بنا کر جہاں اور جب چاہے پانی برسا سکتا ہے۔ اس کا نمونہ رسول اللہ ﷺ کے اس واقعے میں ملتا ہے کہ جمعہ کے روز ایک اعرابی کی خشک سالی کی شکایت پر منبر پر بیٹھے ہوئے جب آپ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو فوری طور پر بادل گھر کر آئے اور برسنے لگے۔ اور دوسرے جمعہ پر اسی اعرابی

کی درخواست پر جب آپ ﷺ نے بارش روکنے کے لئے دعا کی تو بارش رک گئی اور دست مبارک کے اشارے کے ساتھ ساتھ بادل پھٹتے گئے۔(۳۴) اس کے ساتھ ساتھ ان واقعات پر بھی غور کیجئے کہ عصائے موسوی کی ضرب سے پتھر نے بارہ چشمے اگل دیئے ہیں۔(۳۵) حدیبیہ اور زوراء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے جاری ہو چکے ہیں۔(۳۶) اور آپ ﷺ کے وضو کا پس ماندہ اور کلی کا پانی حدیبیہ کے کنوں میں ڈال دینے سے خشک کنوں سے پانی کے سوتے پھوٹ چکے ہیں۔(۳۷) اس لئے روحانی اسباب کے تحت صادر شدہ روحانی دور کے ان نمونوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر انسان اپنی توجہ اور سعی کو کسی ایسی مشین کی ایجاد کی جانب مبذول کر لے جو خودکار طور پر فضا کے ابخرات کو پانی میں تبدیل کرتی جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس کی یہ کوشش یقیناً رائیگاں ہو گی۔

(و)　دماغ میں بینائی کے جو سیل ہیں اگر ان میں فتور آ جائے تو انسان رنگ ناشناسا (Colour Blind) ہو جاتا ہے۔ اور اگر روشنی کے یہ دماغی سیل صحیح و سالم ہوں اور ان میں اور آنکھوں کی مخصوص ساخت میں ہم آہنگی ہو تو انسان اس قابل ہوتا ہے کہ سات رنگوں کی پٹی کو دیکھ سکے۔ تاہم اس کی مرئیات، مادیات تک محدود رہتی ہیں وہ بھی اس حد تک کہ رائی اور مرئی کے درمیان نہ تو غیر معمولی فاصلہ ہو اور نہ کوئی مادی حجاب حائل ہو۔ لیکن روحانی دور میں یہ نمونے بھی ملتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہیں مادیات سے تجاوز کر کے مجردات کو بھی دیکھتی ہیں، فرشتے انہیں نظر آتے ہیں اور اس طرح کہ جب وہ اپنی مجرد اشکال میں جلوہ گر ہوتے ہیں تو دوسروں کی موجودگی میں بھی صرف نبی کی آنکھ ہی انہیں دیکھ سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے واقعات میں اس طرح کی مثالوں کی کمی نہیں۔ ان کے واقعات میں یہ نمونے بھی ملتے ہیں کہ مادی پردے ان کی بینائی کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ وہ اس عالم آب و گل میں بیٹھ کر بھی جنت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں۔ جب وہ نجاشی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں تو جنازہ ان کے سامنے ہوتا ہے اور مدینہ سے حبشہ کا بعد ان کی بینائی کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔(۳۸) اور جب غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، تینوں امراء لشکر یکے بعد دیگرے شہید ہوتے ہیں اور جھنڈا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آتا ہے تو فاصلہ اور مادی حجابات کے باوجود یہ سارے مناظر ان کی آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔(۳۹)

قوت باصرہ کی غیر معمولی طاقت کے یہ واقعات کیا اس علمی تحقیق اور اس اکتشاف کی جستجو پیدا نہیں کرتے کہ ایسا ہونا ممکن ہے اور اس سمت میں انسان کی تگ و دو کسی وقت مثبت نتائج بھی سامنے لا سکتی ہے۔ ٹیلیویژن اسی طرح کی ایک کوشش ہے۔

(ز)　انشقاق قمر کا واقعہ (۴۰) اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ تسخیر قمر کی آخری حد کیا ہو سکتی ہے۔

(ح)　فن طب (Medical Science) کی تمام تر مساعی کی معراج صرف تین مقاصد ہیں۔

۱۔　بے جان سے جاندار پیدا کرنا اور اس کا نمونہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں موجود ہے۔

انی اخلق لکم من الطین کھئیۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ (۴۱)

میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں چنانچہ وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

۲۔　کوئی مر جائے تو اسے دوبارہ زندہ کر دینا۔ اس کا نمونہ بھی حضرت عیسیٰؑ کی زندگی میں موجود ہے!

احیی الموتی باذن اللہ (۴۲)

میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

۳۔　جو زندہ ہو اسے مرنے نہ دینا۔ اس کا نمونہ حیاتِ خضر میں موجود ہے جن پر موت صرف اس وقت قابو پا سکے گی جب نفخ صور کے بعد!

کل من علیھا فان (۴۳)

ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے۔

کا قانون کار فرما ہوگا۔(۴۴)

روحانی دور کے یہ تینوں نمونے انسانی عقل کو دعوتِ تدبر دیتے ہیں۔ اس کے

سامنے یہ مفروضہ رکھتے ہیں کہ یہ تینوں صورتیں ممکن ہیں اس لئے انسان اگر اپنے طبّی علوم ، غذا، دوا یا عمل جراحی جیسے مادی اسباب کے ذریعہ ان منزلوں کی طرف قدم بڑھائے تو یہ سمت اس کی تگ ودو کے لئے صحیح سمت ہے۔ کامیابی کب ہوتی ہے اور کس حد تک ہوتی ہے اس کے بارے صد فیصد یقینی بات کوئی نہیں کہہ سکتا۔

وجود کی تین صورتیں ہیں۔ وجود ضروری اور عدم محال ہو تو واجب، بالعکس ہو تو محال اور جانبین مساوی ہوں تو ممکن، اور جو چیز ایک بار وجود میں آگئی، خواہ وہ روحانی اسباب کی بناء پر وجود میں آئی ہو یہ ممکن ہے اور مادی اسباب کی بناء پر اس کا دوبارہ وقوع کچھ مستبعد نہیں۔

خوارق خواہ معجزات کی شکل میں ہوں یا کرامات اور استدراجات کی شکل میں، بہر حال وہ استحالات علیہ نہیں ہوتے صرف خوارق عادیہ ہوتے ہیں اور ایک بار ایک طرح سے ان کا وقوع اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ وہ دوسری بار دوسرے طریقہ سے بھی وقوع پذیر ہو سکتے ہیں۔ ریاضی کے کسی مسئلہ کا حل ایک فارمولے میں منحصر نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اگر سانپ بن سکتا ہے۔ (۴۵) تو سامری کا بنایا ہوا دھات کا بچھڑا بھی حقیقی بچھڑے میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ (۴۶) اور اگر حضرت عیسیٰؑ سے احیائے موتیٰ ہو سکتا ہے۔ (۴۷) تو دجال سے بھی احیاء موتیٰ ہو گا۔ (۴۸)

شیخ الرئیس نے خوارق پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسباب کا انحصار انہی اسباب میں نہیں جنہیں ہم جانتے ہیں۔ اسباب ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے۔ (۴۹) اور شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ ہر حادث کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ (۵۰)

اس امر کی ناقابلِ انکار شہادتیں موجود ہیں کہ اسباب بعض جلبی ہوتے ہیں جنہیں مادی اسباب کہتے ہیں اور بعض خیلی جن کی تعبیر روحانی اسباب سے کی جاتی ہے۔ کسی مخدر کے استعمال کے بغیر مسمریزم کے ایک ماہر کی جانب سے اپنے معمول پر تنویم کے عمل میں کوئی جلی اور مادی ربط نہیں۔ امام غزالیؒ نے ایک نقش کا یہ اثر بتا کر کہ اس سے فوری طور پر ولادت ہوتی ہے چیلنج کے طور پر یہ بات کہی ہے کہ جس کا جی چاہے اسے آزما کر دیکھ لے۔ (۵۱) اس نقش اور سرعت تولید میں کوئی جلی اور مادی واسطہ نہیں۔ دعا اور اثر کے

درمیان کون سا مادی ربط ہے جس کے مظاہر ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں، جس کی مستند نظیر رسول اکرم ﷺ کی دعائے باران کی صورت میں اس سے قبل ذکر کی جاچکی ہے۔

اگر کتبِ حدیث سے اس طرح کے تمام معتبر واقعات کو جمع کر لیا جائے یا اس کام کو زیادہ وسیع کر کے دنیا کے تمام سماوی اور غیر سماوی مذاہب یا صرف سماوی مذاہب کی کتب یا کم از کم مستند ترین آخری الہامی کتاب قرآن کے تمام ایسے واقعات کو جمع کر لیا جائے جو خوارق کے قبیل سے ہیں اور انہیں مفروضات کے درجہ میں رکھ کر تجربات کو ان سے ہم آہنگ کیا جائے تو یقین ہے کہ!

"یَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ" (۵۲)

(اللہ) ایسی چیزیں پیدا کرتا رہے گا جو تم نہیں جانتے۔

کی محیر العقول صورتیں اور سائنسی تحقیقات کی حیرت انگیز منزلیں سامنے آسکتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ راقم الحروف کا یہ دعویٰ نہیں کہ تمام روحانی حقائق سائنسی حقائق بن سکتے ہیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ اس سلسلے میں ممکن کوشش تو کی جائے۔ اور اگر مسلسل کوشش کے باوجود بعض روحانی حقائق سائنسی حقائق نہ بن سکیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سرے سے حقائق ہی نہیں۔ کیونکہ بلاشبہ کچھ حقائق ایسے بھی ہیں جن کے ادراک کا ذریعہ حواس نہیں بلکہ تعقل، استنباط اور استنتاج کے ذریعے ان کے حقائق ہونے کا یقین کیا جاتا ہے۔

اے۔ ای۔ مینڈر A.E. Mander لکھتا ہے!

> "جو حقیقتیں ہم کو براہ راست حواس کے ذریعہ معلوم ہوں وہ محسوس حقائق ہیں۔ مگر جن حقیقتوں کو ہم جان سکتے ہیں وہ صرف انہی حقائق تک محدود نہیں۔"

مینڈر آگے چل کر لکھتا ہے!

> "استنتاج یا تعقل ایک طریقِ فکر ہے جس کے ذریعے ہم کچھ معلوم واقعات سے آغاز کر کے بالآخر یہ عقیدہ بناتے ہیں کہ فلاں

حقیقت یہاں موجود ہے اگرچہ وہ کبھی دیکھی نہیں گئی۔(۵۳)

مذاہبِ ثلاثہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ پہلے یہود علم کے علمبردار تھے، پھر ان کی جگہ نصاریٰ نے لی، اس کے بعد یہ پرچم مسلمانوں کے ہاتھوں میں آیا اور آج یہ پرچم پھر یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس طرح نور کا تڑکا طلوعِ آفتاب کی خبر دیتا ہے، قرائن یہ بتا رہے ہیں کہ کل یہ علمی پرچم پھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگا اور وہ اس محکم یقین کے ساتھ سائنسی تحقیقات و تخلیقات کی طرف قدم بڑھائیں گے کہ قرآن و حدیث میں مذکورہ خارق عادت واقعات وہ حقائق ہیں جن کا وقوع ایک بار روحانی اسباب کے تحت ہو چکا ہے اور اب انہیں دوبارہ مادی اسباب کی روشنی میں، ممکن حد تک، سائنسی حقائق بنانا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ پستی کو دیکھ کر بلندی کی ہر امید منقطع کر دینا کم فہمی کی علامت ہے۔ کوئی خزاں ایسی نہیں جس کے بعد بہار نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں جس کی صبح نہ ہو۔ اللہ کا قانون ہے!

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۵۴)

ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حواشی و حوالہ جات

۱۔ روح اور مادہ دو مستقل وجود ہیں یا مادہ ہی کی ارتقائی شکل کا نام روح ہے، یہ مقالہ اس کی تحقیق و تفصیل کا متحمل نہیں۔

۲۔ وحید الدین خان، علم جدید کا چیلنج، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ، دوسرا ایڈیشن، جنوری ۱۹۶۸ء،

۳۔ بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ،

۴۔ بخاری، کتاب الفتن، باب لایاتی زمان الا الذی بعده شر منه،

۵۔ مسلم، کتاب الامارۃ،

۶۔ بخاری، کتاب الفتن، باب من یدر کهم الساعة وهم احیاء،

۷۔ اللہ کا ذکر کائنات کی روح ہے، اس ذکر کے ختم کر دینے کی وجہ سے جب انسان نہ رہے گا تو باقی

کائنات بھی فنا ہو جائے گی۔ کیونکہ کائنات انسان کی خادم ہے، جب مخدوم ہی نہ ہو تو خادم کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی سوار ہی نہ ہو تو کار کس کام کی۔

۸۔ سورت الزخرف، آیت ۱۲،

۹۔ مناظر احسن گیلانی، جسارت، مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۷۲ء،

۱۰۔ سورت الانعام، آیت ۷۵،

۱۱۔ بخاری، کتاب المناقب، باب المعراج، مسلم، معراج،

۱۲۔ بخاری، کتاب المناقب، باب المعراج، مسلم، معراج، اللہ نے براق کا توسط بھی شاید اسی لئے اختیار کیا کہ اللہ کا یہ قانون نہ ٹوٹنے پائے کہ "یا معشر الجن و الانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات و الارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان" (سورۂ رحمٰن : ۳۳)، (اے انسان اور جن کے گروہ اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکل جاؤ تو نکلو مگر زور (یا سند) کے بغیر نہیں نکل سکتے)، اللہ کا یہ قانون اب بھی باقی ہے کہ راکٹ اور میزائیل کے سلطان کے بغیر حدود ارضی و سماوی سے نکلنا ممکن نہیں۔

۱۳۔ مقالہ نگار کے پاس ڈاکٹر حمید اللہ کی رپورٹ "کنواری پیدائش" (Parthenoqenesis) حشرات میں ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ مثلاً بھڑوں (Vasps) میں بھی یہ صورت ہوتی ہے اور (Plant (Lice یا (Aphids) میں تو مستقلاً یہی صورت ہوتی ہے کہ نر کے توسط کے بغیر صرف مادہ سے نسل چلتی رہتی ہے اور مادہ بچوں کی نسل ہی پیدا ہوتی ہے رہتی ہے لیکن کئی نسلوں کے بعد نر بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

Principles and Processes of Biology, by M.T. Holligsworths Bowler, Published by Halsted press, N.Y., p.265.

اس لئے اگر یہی صورت نوع انسانی میں بھی واقع ہو جائے تو چنداں تعجب کی بات نہیں۔

۱۴۔ سورت البقرہ، آیت ۴۷۔۴۶،

۱۵۔ سورت البقرہ، آیت ۱۶۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی ایسے وقعات ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بھی جانوروں کی بولی سمجھتے تھے، مثلاً شرح السنہ کی روایت ہے کہ ایک اونٹ نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ مالک مجھے کھانے کو کم دیتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے، (مشکوۃ، باب فی المعجزات) حضرت سلیمان کے واقعہ کی تصدیق تو قرآن نے کر دی۔ اگر پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً آپ ﷺ کے معجزات کی تصدیق بھی بعد کی الہامی کتابوں سے ہو جاتی، لیکن چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور کوئی کتاب نہیں اس لئے آپ ﷺ کے جو واقعات بھی ہیں وہ کتبِ احادیث و سیر ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں، قرآن کریم کو اللہ نے تحریف سے محفوظ کر دیا، لیکن حدیث میں سابق کتب سماوی کی طرح وضع

والحاق کی صورت پیش آئی۔ قرآن کے بعد سابق کتب سماوی کی ضرورت نہ تھی اور حدیث رسول ﷺ، قرآن کی طرح قیامت تک کے لئے ہے اسی لئے سابق کتب سماوی میں جو وضع والحاق ہوا اسے آج تک کوئی دور نہ کر سکا لیکن امت محمدیہ ﷺ کو اللہ نے یہ توفیق دی کہ وہ کھرے کو کھوٹے سے ممتاز کردے اور اسی لئے سابق کتب سماوی صحت واستناد میں قرآن کا تو کیا احادیث رسول ﷺ کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتیں۔

۱۶۔　سورۂ المومنون، آیت ۱۴،

۱۷۔　سورۂ الرعد، آیت ۲،

۱۸۔　نظامِ کشش کی دریافت کا سہرا نیوٹن کے سر باندھا جاتا ہے لیکن دیکھئے کہ اس سے بہت پہلے مولانا روم کیا فرماتے ہیں۔ ''آسمان گوید زمین را مرحبا۔ باو تو چون آھن و آھن ربا۔'' (آسمان زمین کو خوش آمدید کہتے ہوئے مخاطب کرتا ہے کہ میں اور تو ایسے ہی ہیں جیسے لوہا اور مقناطیس) نظام کشش کی طرف نیوٹن کی دماغ کی رہنمائی خواہ سیب کے زمین پر گرنے سے ہوئی ہو، مولانا روم کی رہنمائی یقیناً قرآن کریم کی اسی آیت نے کی ہے۔

۱۹۔　سورۂ الرحمٰن، آیت ۱۹،

۲۰۔　علم جدید کا چیلنج، ص ۱۲۹،

۲۱۔　سورۂ الذاریات، آیت ۴۹،

۲۲۔　سورۂ سبا، آیت ۷،

۲۳۔　سورۂ الاعراف، آیت ۱۰۷،

۲۴۔　سورۂ طٰہ، آیت ۸۸،

۲۵۔　بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع،

۲۶۔　ایضاً، باب غزوہ خیبر،

۲۷۔　ایضاً،

۲۸۔　ایضاً، کتاب المناقب، باب ذکر الجن، مسلم، کتاب الفضائل، ترمذی، ابواب فی المناقب،

۲۹۔　بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکہ،

۳۰۔　سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۴۴،

۳۱۔　بخاری، کتاب الجمعہ باب الخطبة علی المنبر، و کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام،

۳۲۔　مسلم، کتاب الفضائل، ترمذی، ابواب فی المناقب،

۳۳۔　بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام،

۳۴۔ بخاری، کتاب الجمة باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة،
۳۵۔ سورۂ آل عمران، آیت ۶۰،
۳۶۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة، و کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام،
۳۷۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة،
۳۸۔ بخاری، کتاب الجنائز باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه،
۳۹۔ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ وملا علی القاری، المرقاۃ، باب فی المعجزات،
۴۰۔ قرآن، آیت ۱، بخاری، کتاب المناقب، باب انشقاق القمر،
۴۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۹، سورۂ المائدہ، آیت ۱۱۰،
۴۲۔ ایضاً،
۴۳۔ سورۂ الرحمٰن، آیت ۲۶،
۴۴۔ اگر آج کوئی انسان بے جان سے جاندار پیدا کرنے یا مردے کو جلانے یا حیات کو دراز کرنے پر قادر ہو جائے تو وہ ان کارناموں کو اپنی قدرت کی جانب منسوب کرے گا۔ لیکن نبی کی حقیقت شناس نظر مظاہر کے بجائے اولین سرچشمہ پر رکتی ہے، وہ جانتا ہے کہ حیات کا اصل سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ روشن بلب کو دیکھ کر اسی کو روشنی کا منبع سمجھ لینا علم و عقل کی خامی کی دلیل ہے، جو سمجھتا ہے وہ جانتا ہے کہ روشنی کا اصل منبع جنریٹر ہے بلب نہیں، بلب تو صرف مظہر ہے۔
۴۵۔ سورت الاعراف، آیت ۱۰۷،
۴۶۔ سورت طٰہٰ، آیت ۸۸،
۴۷۔ سورت آل عمران، آیت ۴۹، سورت المائدہ، آیت ۱۱۰،
۴۸۔ بخاری، فضائل مدینہ، باب لایدخل الدجال مدینہ،
۴۹۔ الاشارات نمط عاشر، مسئلہ رابع،
۵۰۔ تاویل الاحادیث، شاہ ولی اکیڈمی، حیدر آباد (سندھ) ۱۹۴۹ء، ص ۳، ۴،
۵۱۔ المنقذ من الضلال و الموصل الی ذی العزۃ والجلال، اللجنۃ الدولیۃ، لترجمۃ الروائع، بیروت، ۱۹۵۹ء، ص ۵۲،
۵۲۔ سورت النحل، آیت ۸،
۵۳۔ علم جدید کا چیلنج، ص ۶۱-۶۰،
۵۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۴۰،